پہلی قسط:

# فقہ اسلامی میں تعبیر وتشریح کے اصول

ڈاکٹر پروفیسر محمد یوسف فاروقی

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الحمد لله رب العلمين والصّلوة والسلام علىٰ افضل الانبياء والمرسلين ٥

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم فصاحت وبلاغت کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جو الفاظ ومعانی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے۔ کتاب اللہ کے صحیح فہم اور اس کے عطا کردہ احکام وہدایات کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے اسلوب بیان، اس کے نظم اور الفاظ کو ٹھیک سمجھنے کی کوشش کی جائے، اسی طرح کلام رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی فصاحت وبلاغت بھی مسلم ہے، آپ کی بعثت جس دور میں ہوئی وہ دور عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کے عروج کا دور تھا۔ اس زمانہ میں عام لوگوں کی زبان کا معیار بھی بہت بلند تھا، شعراء اور خطباء کی تو بات ہی کیا تھی، وہ تو غیر عرب کو گونگا قرار دیتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اظہار وبیان کی وہ اعلیٰ صلاحیت عطاء فرمائی کہ آپ کے کلام کو سن کر عرب شعراء بھی انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

کلام الٰہی اور سنت رسول ﷺ فقہ اسلامی کا حقیقی ماخذ ہیں۔ ان کو سمجھنے کیلئے تعبیر وتشریح کے ان اصولوں کا علم یقیناً مفید ثابت ہوگا جن کی تفصیل ووضاحت فقہاء اور اہل علم تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے کرتے چلے آرہے ہیں۔

یہ طے کرنا شائد مشکل کام ہوگا کہ دلالات کے موضوع پر علمی انداز میں سب سے پہلے کس نے بحث کی اور کس نے اس کو اصول فقہ کا موضوع قرار دیا۔ اس بارے میں موجودہ علمی ذخیرہ کی بنیاد پر تو امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (۱۵۰-۲۰۴ھ) ہی کو سباق الغایات کہا جاسکتا ہے۔ انہوں نے دلالات کے بعض اصولوں پر الرسالہ میں بحث کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تالیف کتاب الرأی امام صاحب کی طرف منسوب ہے ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کتاب الرأی میں دلالات کی بعض اقسام پر گفتگو کی ہو، پھر ان کے شاگردوں میں سے امام ابویوسفؒ اور امام محمد شیبانیؒ نے کتاب الاصول میں ان اصولوں پر کچھ وضاحت کیساتھ روشنی ڈالی ہو، لیکن اصول فقہ پر ان ائمہ کی کتابوں کا صرف تذکرہ ہی ملتا ہے، اب تک جو مخطوطات دریافت ہوئے ہیں ان کی فہرست میں یہ مسودات شامل نہیں۔ مطبوعہ شکل میں ہمارے پاس جو کچھ اسلاف کا علمی سرمایہ موجود ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ کا الرسالہ ہی اصول فقہ پر سب سے پہلی کتاب ہے۔

امام شافعیؒ کے بعد ابوبکر احمد بن علی الجصاصؒ (متوفی ۳۷۰ھ) نے دلالات کی بحث کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور مثالیں دیکر بہت سے اصولوں کی وضاحت کی ہے، پھر اس فن کو تکمیل تک پہنچانے میں قاضی عبدالجبارؒ (متوفی ۴۱۵ھ) ان کے شاگرد ابوالحسین البصریؒ (متوفی ۴۳۶ھ) فخر الاسلام علی بن محمد البزدویؒ (۴۸۳ھ) شمس الائمہ السرخسیؒ (متوفی ۴۹۰ھ) امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ)

اور سیف الدین الآمدیؒ (متوفی ۶۳۱ھ) بہت نمایاں رہے ہیں۔

ہمارے معاصر فقہاء میں عبدالکریم زیدان نے الوجیز فی اصول الفقہ میں تشریح وتعبیر کے اصولوں کا احاطہ کیا ہے اور ان پر وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

دلالات کی بحث کو پی ایچ ڈی کے مقالہ کا موضوع بنا کر عبداللہ یوسف عزامؒ نے اچھا کام کیا ہے انہوں نے اس موضوع پر کلیۃ الشریعہ والقانون، جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ کیا ہے، ان کا مقالہ "دلالۃ الکتاب والسنۃ علی الاحکام من حیث البیان/ والاجمال او الظھور والخفاء" کے عنوان سے قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے، عربی زبان میں اہل علم کیلئے اس موضوع پر فقہاء کے چاروں مکاتب اور فقہاء ظاہریہ کی آراء پر مشتمل یہ ایک جامع مقالہ ہے۔

اس رسالہ میں فقہاء کی ان کاوشوں کو یکجا کر کے اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے اور حسب ضرورت ان کی تشریح اور مثالوں کے ساتھ ان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ تاکہ فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے اور اس فن میں دلچسپی رکھنے والے حضرات فقہاء کے اسالیب، استدلال واستنباط اور ان کے پیش کردہ دلائل کو بہتر طریقہ پر سمجھ سکیں۔

## تشریح وتعبیر کے اصول:

لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں: عام، خاص، مطلق اور مقید۔ ذیل میں ہر ایک کی تعریف اور مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

## عام:

عام وہ لفظ ہے جس کے مفہوم میں وہ تمام افراد بیک وقت داخل ہوں جو اس میں شامل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ سب افراد بیک وقت اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہونگے۔ اس طرح کہ ایک بار یہ لفظ بولنے سے اس کے تمام افراد ذہن میں آجائیں جیسے لفظ ''الرجال'' اس میں وہ تمام افراد شامل ہیں جن پر ''رجل'' کا اطلاق ہوتا ہے یا ''المسلمون، المشرکون، الصالحون'' وغیرہ۔

عربی زبان میں بعض الفاظ ہی ایسے ہوتے ہیں جو عموم وکثرت پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی عام کہلاتے ہیں جیسے کل یا جمیع وغیرہ بعض الفاظ وہ ہوتے ہیں جن میں معنوی اعتبار سے عموم ہوتا ہے جیسے لفظ ''من'' یا ''ما'' وغیرہ۔

## عام پر دلالت کرنے والے الفاظ:

اپنی اصل وضع کے اعتبار سے عموم پر دلالت کرنے والے الفاظ عربی زبان میں بہت سے ہیں ان کی کئی اقسام ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) کسی لفظ پر الف لام استغراق کیلئے آجائے تو وہ عموم کیلئے ہوگا۔ جیسے:

" السارق والسارقة فاقطعو ایدیھما " . (المائدہ ۵:۳۸).

اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

اس آیت میں لفظ "السارق" اور " السارقة" پر الف لام استغراقی ہے، الفاظ میں عموم پایا جاتا ہے۔ السارق میں وہ تمام مرد اور السارقة میں وہ تمام عورتیں شامل ہیں جن پر یہ لفظ صادق آتا ہے۔

(۲) کسی جمع کے صیغے پر الف لام جنس کا آئے تو وہ استغراق کا فائدہ دیتا ہے، اور یوں اس کے معنی میں عموم پیدا ہو جاتا ہے جیسے:

" والو الدات یرضعن او لادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة " . ( البقرہ ۲:۲۳۳ ) .

مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہتا ہے۔

اس آیت میں " الوالدات " کے شروع میں الف لام استغراق کیلئے ہے۔ اس میں تمام " والدات" شامل ہیں۔

اسی طرح "والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء " . (البقرہ ۲:۲۲۸) . طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

یہاں "المطلقات" میں وہ تمام خواتین شامل ہیں جنہیں طلاق دی جاچکی ہے۔ یہ لفظ عام ہے اور عدت کی یہ مدت تمام مطلقہ عورتوں کیلئے ہے۔ اسی طرح سورہ نساء کی آیت: " ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار " . (النساء ۴:۱۴۵) .

(یعنی بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے گروہ میں ہوں گے) میں المنافقین جمع مذکر کا صیغہ ہے اور اس پر الف لام جنس کا آیا ہے جو عموم استغراق کا فائدہ دے رہا۔

" الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة " . (النور ۲۴:۲) .

(یعنی زنا کی مرتکب عورت اور مرد ہر دو کو سو کوڑے لگاؤ) اور

" احل الله البیع وحرم الربوا " (البقرہ ۲:۲۷)

(یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام)۔

ان آیات میں الف لام استغراق کیلئے ہے جس سے ان الفاظ کے معانی میں عموم پیدا ہو گیا ہے۔

چنانچہ السارق، السارقہ کی طرح الزانی، الزانیة، البیع اور الربوا یہ سب الفاظ بھی عام ہیں اور اپنی وضع کے اعتبار سے ان تمام افراد کو شامل ہیں جن پر یہ صادق آتے ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر کسی مفرد لفظ پر الف لام جنس کا آئے یا کسی لفظ سے پہلے الف لام عہد کا آئے تو اس کے معنی میں عموم پیدا نہیں ہوگا۔ جیسے:

" کماارسلناالی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول " (المزمل ۷۳:۱۵،۱۶) .

(جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا پھر دیکھ لو کہ جب فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی)۔

یہاں الرسول سے عام رسول مراد نہیں بلکہ حضرت موسیٰ مراد ہیں، جن کی بعثت بنواسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ فرعون کو دین کی دعوت دیں۔

(۳) اسمائے موصولہ بھی عموم کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے:

" ان الذین یأ کلون اموال الیتامی ظلماانمایاکلون فی بطو نھم نارا " (النساء ۴: ۱۰)

(یقیناً جولوگ یتیموں کا مال بطورِ ظلم کھاجاتے ہیں وہ دراصل اپنے سینوں میں آگ بھر رہے ہیں)۔

اس آیت میں الذین عام ہے۔

" واحل لکم ما وراء ذلکم " . (النساء ۴: ۲۴)

یعنی جن محرمات کا ذکر کردیا گیا ہے۔ان کے علاوہ سب حلال ہیں۔یہاں لفظ "ما" عام ہے۔

ما " ماعند کم ینفدوما عندالله باق " . (النحل ۱۶: ۹۲) .

(جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ فنا ہوجائیگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا)۔اس آیت میں "ما" دودفعہ استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ یہ عموم کیلئے ہے۔اسم موصول عام کی چند مزید مثالیں ملاحظہ کیجیے:

(ا)...... " فمن شھد منکم الشھر فلیصمه " . (البقرہ ۲: ۱۸۵)

(تم میں سے جوبھی ماہ رمضان کو پائے وہ ضرور روزے رکھے)۔

(ب)...... " ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جنھم خالدا فیھا " . (النساء ۴: ۹۳)

جوبھی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

" فمن یعمل مثقال ذرة خیرایرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرایرہ " . (زلزال ۹۹: ۷۔۸) .

جوبھی ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جوبھی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔

" اینما تکو نو ایدر ککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة " . (النساء ۴: ۷۸) .

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ کر رہے گی، خواہ تم مضبوط محلوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

(ج)...... " ماعند کم ینفد وما عندالله باق" . (النحل ۱۴: ۹۶) .

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

(د)...... " واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن " . (البقرہ ۲: ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے۔اسمائے اجناس میں بھی عموم پایا جاتا ہے۔اس جنس سے مراد وہ اسم ہے جس کا اس لفظ سے واحد نہ ہو مثلاً حیوان، پانی، مٹی۔جب ان پر الف لام جنسی داخل ہو تو عموم مراد ہوتا ہے مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے:

" الماء طهور لا ينجسه شيءُ " (ابو داؤد ترمذی)

یعنی پانی پاک ہے اور اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ یہاں الماء پر الف لام جنس کا داخل ہے اور اس لفظ میں ہر قسم کا پانی شامل ہے۔

(۴) وہ لفظ جو بطور نکرہ استعمال ہوا ہو اور نفی اور نہی کے سیاق وسباق میں وارد ہوا ہو جیسے.

" ولا تصل على احدٍ منهم مات ابدا " : (التوبہ ۹: ۸۴)

(اے رسول ﷺ ان 'منافقین' میں سے کوئی مرجائے تو کبھی بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیئے)۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ 'احد' نکرہ ہے اور جملہ نہی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لئے یہ عموم کیلئے ہے۔ یا حدیث نبوی ہے "لا يقتل الوالد بولده" (کسی باپ کو بیٹے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا) یا " لا وصية لوارث " (کسی وارث کے حق میں وصیت قبول نہیں کی جاسکتی)۔ البتہ اگر نکرہ سیاق نفی میں نہ ہو بلکہ سیاق اثبات میں ہو، تو وہ تخصیص کیلئے آتا ہے اس صورت میں عموم نہیں ہوتا۔

عربی زبان میں کسی لفظ کے عموم پر دلالت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ چند صورتیں حسب ذیل ہیں: "المعرف بالاضافه" وہ لفظ جو اضافت کے ذریعہ معرفہ بنایا گیا ہو۔ جیسے:

" وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها " (ابراھیم ۱۴: ۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ حدیث نبوی ہے۔ "هو الطهور ماؤه والحل ميتته" .

(سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے)۔

لفظ "کل" اور "جمع" جس اسم کی طرف مضاف ہوں اس میں عموم پیدا کر دیتے ہیں مثلا:

" كل نفس ذائقة الموت "

(ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے) اور

" يا بني آدم "خذوا زينتكم عند كل مسجد "

(اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو)۔

ان دونوں آیات میں لفظ کل عام ہے اور ان تمام افراد کو شامل ہے۔

## جن کی طرف اضافت ہے:

علامہ سرخسی نے کل اور جمیع کے عموم میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: لفظ جمیع اور کل دونوں میں احاطہ کرنے کا معنی پایا جاتا ہے۔ لیکن لفظ کل سے علی وجہ الافراد احاطہ ظاہر ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس لفظ جمیع سے علی وجہ الاجتماع احاطہ لازم آتا ہے۔ اس فرق کو ایک مثال کے ذریعہ یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ مثلا:

ایک سپہ سالار کہتا ہے: "جميع من دخل ... " تم میں سے وہ تمام لوگ جو قلعہ میں پہلے داخل ہوں گے ان کے لئے اتنا انعام

ہے''۔ اب اگر قلعہ میں دس افراد اکٹھے داخل ہوگئے تو وہ ایک ہی انعام کے حقدار ہوں گے کیونکہ ''جمیع'' کا لفظ علی وجہ الاجتماع احاطہ کرتا ہے اور یہ دس افراد دیگر لوگوں کے مقابلہ میں پہلے داخل ہونے والے ہیں۔ اس کے برعکس اگر سپہ سالار نے لفظ کل استعمال کرتے ہوئے یوں کہا " کل من دخل ...... "
(یعنی ہر وہ شخص جو قلعہ میں پہلے داخل ہوگیا۔۔۔)۔ تو اس صورت میں ہر وہ شخص جس نے دیگر لوگوں کے مقابلہ میں داخل ہونے میں سبقت حاصل کرلی وہ منفرد کی طرح ہے لہذا وہ انعام کا مستحق قرار پائے گا۔
''ملاحظہ ہو اصول السرخسی ۱/ ۱۵۸، فصل فی بیان الفاظ العموم ''۔

اسماء شرط:

تمام اسماء شرط مثلاً '' من ، ما، این ، انی ، حیثما ، حتی ، ایان " وغیرہ بھی اپنے معانی کے لحاظ سے عموم کا فائدہ دیتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ " من " ذوی العقول کیلئے " ما " غیر عاقل کیلئے '' این "،" انی " مکان یا جگہ " حتی " اور " ایان" وقت کو ظاہر کرنے کے لئے آتے ہیں۔

۱. "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ،ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الامثلهاوهم لا يظلمون " . (الانعام ۶ : ۱۶۰) .
جو شخص اچھائی لیکر آئیگا تو اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو برائی لیکر آئے گا تو اسے اس کا بدلہ اس جیسا ہی ملے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

۲. "فمن شهد منكم الشهر فليصمه "(البقرہ ۲ : ۱۸۵) .
تم میں جو ماہ رمضان پائے وہ اس ماہ کے روزے رکھے۔

۳. "وما تفعلوا من خير يعلمه الله" (البقرہ ۲ : ۱۹۷) .
اور جو کچھ تم اچھا عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

۴. " فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره " . (الزلزال ۹۹ : ۸) .
جو کوئی ذرہ بھر اچھا عمل کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ بھر برا عمل کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔

۵. " اينما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشيدة " . (النساء ۴ : ۷۸) .
جہاں کہیں تم ہو گے موت تمہیں آدبوچے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

وہ نکرہ جو نفی یا نہی کے سیاق و سباق میں وارد ہو۔

۶ " لا تصل على احد منهم مات ابدا " . (التوبة ۹ : ۸۴) .
ان (منافقین) میں سے کسی کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھیئے۔

حدیث نبوی ہے:

" لا وصية لوارث "

(وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی)۔

یہاں وارث نکرہ ہے، لیکن نفی کے ساتھ آیا ہے اسؒ لیئے اس میں عموم ہے یعنی کسی بھی وارث کے حق میں وصیت درست نہیں۔اسی طرح ''وصیت'' بھی نکرہ ہے اور نفی کے ساتھ آیا ہے۔لفظ وصیت کا اطلاق جس امر پر بھی ہوگا وہ اس حکم میں داخل ہے یعنی وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوگی۔

" لايقتل والد بوالده "

(باپ کو بیٹے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائیگا۔)

یہاں بھی عموم ہے یعنی کسی باپ کو اس کے بیٹے کی وجہ سے بطور قصاص قتل نہیں کیا جائیگا۔

## عام حکم:

نصوص میں جب لفظ عام استعمال ہوتا ہے تو اپنے تمام افراد کو محیط ہوتا ہے۔جیسے:

" كل نفس ذائقه الموت "

یہ حکم ہر ذی حیات کیلئے ہے یا حدیث میں ہے:

" كلكم راع وكلكم مسؤل عن رعيته ".

(تم میں ہر فرد راعی ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی)۔

عام کا حکم یہ ہے کہ اس میں تمام افراد شامل ہوتے ہیں۔لہذا عام پر اس کے عموم کے ساتھ ہی عمل کیا جائیگا جیسے:

" كل امرئ بما كسب رهين ".

(ہر فرد اپنے کئے کا ذمہ دار ہے)۔

عام پر اس کے عموم کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔اس لئے کہ عام کی دلالت اپنے مفہوم پر قطعی ہوتی ہے۔قطعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی دلیل کی بنیاد پر دوسرے معنی کا احتمال پیدا نہ ہو۔مطلقاً احتمال کی نفی مراد نہیں ہے اور اگر کسی دلیل کے بغیر کسی دوسرے معنی کا احتمال پیدا ہوا تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایسے احتمال کی بنیاد کوئی دلیل نہیں ہے لہذا وہ معتبر نہیں ہے۔

## عام میں تخصیص کی صورتیں:

لیکن عام میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے۔یہ تخصیص معقول اور مضبوط دلیل کے ذریعہ ممکن ہے عام میں مندرجہ ذیل طریقوں سے تخصیص

کی جاتی ہے:

## کلام مفصل:

ا۔کبھی تو نص میں ہی حکم عام کے ساتھ متصلاً تخصیص کردی جاتی ہے جیسے:

" فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر " . (البقرہ ۲:۱۸۵) .

لہٰذا آپ لوگوں میں سے جو شخص بھی اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔

اس آیت مبارکہ میں " فمن شهد منكم الشهر " کے عموم میں سب ہی افراد داخل تھے لیکن بعد میں ساتھ " ومن كان مريضا" اور " على سفر " آ گیا تو اس کی رو سے مریض اور مسافر آیت کے عموم یعنی وجوب صیام سے نکل گئے۔

## کلام مستقل منفصل:

۲۔دوسری صورت یہ ہے کہ علیحدہ مستقل کلام کے ذریعہ نص کے عموم سے کچھ افراد کو خارج کر دیا جائے۔اس کی مثال یہ ہے:

" والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء " . (البقرہ ۲:۲۲۸) .

یہاں " المطلقات " عام ہے اس میں تمام " مطلقات " داخل ہیں۔ " مدخول (بهن) " بھی اور غیر مدخول (بہن) بھی۔لیکن قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت کے ذریعہ اسکے عموم سے " غير مدخول " کو خارج کر دیا گیا ہے۔

" ياايها الذين آمنوا اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها " . (الاحزاب ۳۳:۴۹) .

اے ایمان والو جب تم اہل ایمان خواتین سے نکاح کرو پھر تم انہیں صحبت سے قبل ہی طلاق دے دو تو ان پر عدت گذارنا ضروری نہیں۔

ایک مثال حد قذف والی آیت ہے:

" والذين يرمون المحصنت ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلد وهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا " . (النور ۲۴:۴)

جو لوگ پاک باز عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر ان کے خلاف چار گواہ پیش نہیں کر سکتے تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور پھر کبھی انکی گواہی قبول نہ کرو۔

اس نص کے عموم میں تہمت لگانے والے تمام افراد شامل ہیں۔اس آیت میں " الذين " عموم کیلئے ہے۔

لہٰذا اسکی رو سے حد قذف ہر قاذف پر لازم ہوگی خواہ وہ شوہر ہو یا غیر شوہر۔لیکن ایک دوسری آیت نے پہلی آیت کے عموم سے شوہر

کوخارج کرکے آیت کوغیرازواج کیلئے مخصوص کردیا۔دوسری آیت جس کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی وہ یہ ہے:

" والذین یرمون ازواجھم ولم یکن شھداء الا انفسھم فشھا دة احدھم اربع شھادات باالله انه لمن الصادقین والخامسة ان لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین ،ویدر ء عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باالله انه لمن الکاذبین ،والخامسة ان غضب الله علیھا ان کان من الصادقین " (النور ۲۴: ۶۔۹)

اور جولوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اوران کے پاس خودان کے اپنے سوادوسرا کوئی گواہ نہ ہو،توان میں ایک شخص کی شہادت یہ ہے کہ وہ چارمرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہےاور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہوا گروہ اپنے الزام میں جھوٹا ہےاور عورت کی سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر شہادت دے کر کہ یہ شخص اپنے الزام میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ خود اس خاتون پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد اپنے الزام میں سچا ہو۔

اس دوسری آیت کی وجہ سے پہلی نص کے عموم میں تخصیص پیدا ہوئی۔لہٰذا پہلی نص کا حکم صرف غیر ازواج کیلئے ہوگا۔ (۱)

## ۳۔تخصیص بالعقل:

عقلی دلیل اگر بہت مضبوط ہوتو وہ بھی مخصص ہوسکتی ہے۔خود شریعت نے تمام شرعی واجبات انہی لوگوں پر فرض کئے ہیں جوشرعاً مکلّف ہیں اور مکلّف ہونے کی ایک شرط عقل بھی ہے۔

لہٰذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت عقل کا اعتبار کرتی ہے۔ " اقیموا الصلوة " اور " اتوا الزکوة " میں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم ہے لیکن اس حکم سے بچے،دیوانے اور مجنون لوگ مستثنیٰ ہیں۔

## ۴۔تخصیص بالعرف:

بسا اوقات عرف وعادت کی بنا پر بھی تخصیص ہو جاتی ہے۔جیسے حدیث ہے:

" نھی رسول الله عن بیع الطعام بجنسه متفاضلا "

(رسول اللہ نے طعام کواسی کی جنس کے بدلہ کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنے سے منع فرمایا)۔اس حدیث میں طعام سے مراد وہ طعام ہے جو عہد رسالت کے عرف میں طعام کہلاتا تھا۔گویا طعام کا مفہوم اس دور کے عرف سے متعین ہوگا۔

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ایک سواری خرید کر فلاں شخص کو دیدی جائے تو سواری کا تعین عرف کے مطابق کیا جائیگا۔

" العبرة بعموم اللغة لا بخصوص السبب "

یہ کلیہ فقہاء کے ہاں مشہور ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ عام کو عام ہی رکھا جائیگا اگرچہ اس کے پس منظر میں کوئی خاص واقعہ یا سبب موجود

ہونص کا حکم عام ہی رہیگا اور جو واقعہ اس حکم کے نزول کا سبب بنا ہے اسے نظر انداز کر دیا جائیگا۔

عام " مخصوص منه البعض " وہ عام ہے جس سے بعض افراد کی تخصیص کر دی گئی ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے جو افراد تخصیص کے بعد باقی بچے ہیں ان پر نص کا حکم صادق آئے گا۔

لہٰذا اس پر کرنا واجب ہوگا۔

" **العبره بعموم اللفظ لا بخصوص السبب** "

اس کا مفہوم یہ ہے کہ عام کو اپنے عموم پر باقی رکھا جائیگا اگر چہ اس کا ورود کسی خاص سبب یا معین واقعہ کی وجہ سے ہوا ہو۔

## ۵۔ تخصیص بالحس:

حس بھی عموم کی مخصص ہوسکتی ہے جیسے قرآن مجید کی آیت ہے:

"**تدمر كل شيء بامر ربها** (الاحقاف ۴۶:۲۵)

ہوا اکھاڑ پھینکے گی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو۔

اس میں وہی چیزیں شامل گی جو ایسی ہوا سے اکھاڑ پھینکے جانے کے قابل ہوں گی۔

## ۶۔ تخصیص بالوصف:

یعنی کسی وصف کی بنا پر تخصیص کرنا۔قرآن مجید میں ہے:

" **وربائبكم التي في حجوركم من نساءكم التي دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلاجناح عليكم** "

(النساء ۴:۲۳)

تمہاری بیویوں اور بیٹیوں سے بھی نکاح جائز نہیں جو تمہاری پرورش میں رہی ہیں اور جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے صحبت کی ہے لیکن اگر ابھی تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

لہٰذا جن بیویوں کیساتھ قربت نہ ہوئی ہو ان کی بیٹیاں اس میں داخل نہیں ہیں۔

## ۷۔ تخصیص بالشرط:

شرط عموم کا مخصص بن سکتی ہے جیسے قرآن میں ہے:

" **ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المومنات** " (النساء ۴:۲۵)

تم میں سے جو شخص پاک دامن مومنہ عورتوں سے نکاح کی قدرت نہ رکھے۔

### ۸۔ تخصیص بالاستثناء:

حرف تخصیص بالاستثناء سے بھی تخصیص ہو جاتی ہے مثال کے طور پر قرآن مجید کی آیت ہے:

" الا تکون تجارة حاضرة تدیرونها " . (البقرة ۲:۲۸۲)

لہٰذا جو معاملہ قرض اور ادھار نہ ہو وہ کتابت سے مستثنیٰ ہے۔ حالانکہ لین دین میں کتابت کرنے کا حکم ہے۔

### ۹۔ تخصیص بحروف الغایۃ:

حروف " انتہاء " ، " الی " اور " حتی " کے ساتھ تخصیص ہے۔

"فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق " . (المائدہ ۵:۲)

(اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ) لہٰذا کہنیوں سے اوپر والا حصہ دھونے میں داخل نہیں ہے۔

خاص:

" کل لفظ وضع لمعنی واحد علی الانفراد "

(خاص وہ لفظ ہے جو انفرادی طور پر ایک معین معنی مفہوم یا مسمی معلوم کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ یہاں معنی معلوم یا مفہوم معین کی قید اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ غیر معین خارج ہو جائے اگر معنی معلوم و متعین نہ ہو تو پھر وہ مشترک کہلائے گا۔ انفرادی کی قید سے عام خارج ہو گیا۔

### خاص کی تین قسمیں ہیں :

**خاص شخصی** : جیسے اسماء اور اعلام: زید، عائشہ، لاہور وغیرہ۔

**خاص نوعی** : معنی کے لحاظ سے کسی خاص نوعی کا ذکر مقصود ہوتا ہے جیسے 'رجل' صرف مردوں کے لئے خاص ہے۔ یا " امرءة " خواتین کیلئے مخصوص ہے۔

**خاص جنسی** : کسی ایک جنس کیلئے خاص ہو جیسے انسان، اس سے مراد حیوان ناطق ہے۔ حیوان کی دیگر اقسام خارج ہو گئیں۔

خاص نوعی اور خاص جنسی ، خاص ہی میں داخل ہیں اس لئے کہ نوعی اور جنس کی صورت میں لفظ سے ایک ہی مفہوم و معنی مراد ہوتے ہیں۔

لفظ خاص ایک ہی معنی کیلئے ہے۔ اگرچہ خارج میں اس کے افراد زیادہ ہوں یا خارج میں اس کے افراد نہ ہوں۔ جیسے رجل ایک ہی معنی کیلئے یہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس کا اطلاق اس فرد پر ہوتا ہے جو مذکر ہو اور بچپن کی حدود سے تجاوز کر کے بلوغ کی حد میں شامل ہو گیا ہو۔

اسی طرح نوع جنسی مثلاً انسان ایک ہی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور وہ ہے حیوان ناطق۔

خاص کی مندرجہ بالا تعریف کی رو سے تمام اعداد خاص میں ہی شمار ہوتے ہیں۔

جیسے: احد ' عشر ' ثلاثین ' مائة ' ان سب کا شمار خاص نوعی میں ہوتا ہے۔

## خاص کا حکم:

خلاص اپنے مفہوم میں خود واضح ہوتا ہے۔اس میں کوئی ابہام یا اشکال نہیں ہوتا۔اس لئے اسکی دلالت اپنے مفہوم پر قطعی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا یقیناً واجب ہے۔خاص کسی تفسیری بیان یا وضاحت کا محتاج نہیں ہوتا جیسے:

" فمن لم یجد فصیام ثلا ثة ایام " (المائدة ۵:۸۹)

اور جو اسکی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن روزے رکھے۔

یہاں لفظ ثلثہ خاص ہے اور اسکی دلالت اپنے مفہوم پر قطعی ہے۔لہٰذا تین دن کے روزے لازم ہوئے۔اس تین کے عدد میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی۔یا

" فاجلدوهم ثمانین جلدة " (النور ۲۴:۴)

(زانی کو اسی کوڑے لگاؤ)۔یہاں اسی کے عدد میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث نبوی میں ہے:

" فی کل اربعین شاة شاة "

بکریوں، بھیڑوں میں زکوٰۃ کا نصاب چالیس بکریاں مقرر ہے۔ان میں سے ایک بکری بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔لفظ " اربعین " میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

" والمطلقات یتربصن بانفسن ثلاثةقروء " (البقرہ ۲:۲۲۸)

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

اس آیت میں ان خواتین کی عدت بیان کی گئی ہے جو بالغ ہوں اور خاوندوں سے انکی قربت بھی ہو چکی ہو مگر حاملہ نہ ہوں تو ان کی عدت تین حیض ہے۔احناف قروء سے مراد حیض لیتے ہیں۔شوافع قروء سے مراد طہر لیتے ہیں۔احناف کا استدلال یہ ہے کہ لفظ ثلاثہ خاص ہے اس کا اطلاق تین کے عدد پر ہوتا ہے نہ کم پر نہ زیادہ پر۔یہ لفظ اپنی مراد اور معنی میں قطعی ہے۔لہٰذا وجوب عدت تین قروء ہے۔ تین پر اطلاق اسی وقت ہوگا جب اس سے مراد حیض لیا جائے اگر قروء سے مراد طہر لیا جائے تو پھر عدت کی مدت یا کم ہوگی یا زیادہ پودے تین نہیں ہوگی۔نص کا مقتضی یہ ہے کہ عدت تین قروء ہو۔نہ کم نہ زیادہ۔ (جاری ہے......)

......☆☆☆☆☆......

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں:

almubahisulislamia@yahoo.com